فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہند)

فتاوی یسئلونک

دار الافتاء والارشاد

الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 69 | جمعۃ المبارک 04 ذی القعدہ 1441ھ 26 جون 2020ء

سوال ارسال کرنے کے طریقے

- بالمشافہ: سوالات تحریری صورت میں متعین سوالنامے پر بالمشافہ جمع کروائیں۔
- بذریعہ ویب سائٹ: www.yasalunak.com پر موجود سوالنامے کے ذریعے ارسال کریں۔
- بذریعہ برقی مراسلہ: ask@yasalunak.com پر برقی مراسلے (ای میل) کی صورت میں ارسال کریں۔
- بذریعہ واٹس ایپ: 0333-9206874 پر مکمل نام کے ساتھ واٹس ایپ کریں۔

نوٹ: جوابات / فتاویٰ سوالات موصول ہونے کی ترتیب سے ارسال کیے جاتے ہیں۔

دار الافتاء والارشاد، الباقیات الصالحات فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، فقہ اکیڈمی C-335 بلاک 1 گلستان جوہر، کراچی

سوال: درج ذیل حدیث سنن ابو داؤد کے حوالے سے موصول ہوئی ہے اس کے بارے میں بتائیے، کیا یہ صحیح ہے:
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر سے وضو کرکے فرض نماز کے لیے نکلے تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کے ثواب کی طرح ہے اور جو صلاۃ الضحی کے لیے نکلے اور اسی کی خاطر تکلیف برداشت کرتا ہو تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہے اور ایک نماز سے لے کر دوسری نماز کے بیچ میں کوئی لغو کام نہ ہو تو وہ علیین میں لکھی جاتی ہے۔

جواب: یہ روایت سنن ابی داود میں ہے: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ». (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب ما جاء في فضل المشي)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ یعنی معتمد ہیں، البتہ ایک راوی قاسم بن عبد الرحمن پر امام احمد بن حنبلؒ نے کچھ کلام فرمایا ہے۔ جبکہ حافظ ابن حجرؒ اور دیگر ائمہ یعنی یحیی بن معین، امام اسحاق اور امام ترمذی رحمہم اللہ نے انھیں ثقہ فرمایا ہے، اس لیے یہ حدیث حسن کے درجے میں ہے۔ اس حدیث کے دوسرے حصے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس میں صلاۃ الضحی کے لیے نکل کر مسجد میں جانے کا ذکر نہیں، کیونکہ نوافل تو مسجد کی بجائے اپنے گھر ہی میں پڑھنا افضل ہے، بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر، دکان یا بازار وغیرہ کے دنیوی کام کاج چھوڑ کر صلاۃ الضحیٰ کے لیے نکل کھڑا ہو تو اسے عمرہ کرنے والے شخص کی طرح ثواب ملے گا۔

(حدثنا أبو توبة) ربيع بن نافع، (نا الهيثم بن حميد، عن يحيى بن الحارث) الذماري بكسر المعجمة و تخفيف الميم، أبو عمرو الشامي القارئ، ثقة، مات سنة ۱۴۵هـ. (عن القاسم) بن عبد الرحمن (أبي عبد الرحمن) الدمشقي، مولى آل أبي بن حرب، الأموي، صاحب أبي أمامة، عن ابن معين: ليس في الدنيا قاسم بن عبد الرحمن شامي غير هذا. قال البخاري: سمع عليًا وابن مسعود وأبا أمامة، وقيل: لم يسمع من أحد من الصحابة إلّا من أبي أمامة، صدوق، يرسل كثيرًا... وقال ابن حجر: ومن هذا أخذ أئمتنا قولهم: السنّة في الضحى فعلها في المسجد، ويكون من جملة المستثنيات من خبر: «أفضل صلاة الرجل في بيته إلّا المكتوبة». انتهى، وفيه أنه على فرض صحة حديث المتن يدل على جوازه لا على أفضليته، أو يحمل على من لا يكون له مسكن، أو في مسكنه شاغل ونحوه على أنه ليس للمسجد ذكر في الحديث أصلًا. فالمعنى: من خرج من بيته أو سوقه أو شغله متوجهًا إلى صلاة الضحى تاركًا أشغال الدنيا. (بذل المجهود في حل سنن أبي داود، كتاب الصلاة)

سوال: سورہ ص میں ”من روحی“ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ۔ (السجدة: ۹) ترجمہ: ”پھر اسے ٹھیک ٹھاک کرکے اس میں اپنی روح پھونکی“ اسی طرح سورہ ص میں فرمایا: فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (ص: ۷۲) اللہ تعالیٰ نے روح کی نسبت اپنی طرف کرکے فرمایا اپنی روح میں سے پھونک دیا تو واضح رہے کہ روح ایک مخلوق ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندوں میں حیات پیدا فرماتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں اور روح کی نسبت جو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے یہ نسبت تشریفی ہے۔ جیسے شہر اللہ، بیت اللہ، عبد اللہ وغیرہ۔ یہ تمام نسبتیں تکریم اور اعزاز کے لیے ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ھے: النَّفْخُ إِجْرَاءُ الرِّيحِ فِي الشَّيْءِ. وَالرُّوحُ جِسْمٌ لَطِيفٌ، أَجْرَى اللَّهُ الْعَادَةَ بِأَنْ يَخْلُقَ الْحَيَاةَ فِي الْبَدَنِ مَعَ ذَلِكَ الْجِسْمِ. وَحَقِيقَتُهُ إِضَافَةُ خَلْقٍ إِلَى خَالِقٍ، فَالرُّوحُ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِهِ أَضَافَهُ إِلَى نَفْسِهِ تَشْرِيفًا وَتَكْرِيمًا، كَقَوْلِهِ: «أَرْضِي وَسَمَائِي وَبَيْتِي وَنَاقَةُ اللَّهِ وَشَهْرُ اللَّهِ». وَمِثْلُهُ» وَرُوحٌ مِنْهُ (تفسير القرطبي، الحجر: ۲۹، ۲۸) ترجمہ: ”نفخ: کسی چیز میں پھونک مارنے کو کہتے ہیں

اور روح ایک جسم لطیف ہے اللہ تعالیٰ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ وہ بدن کے اندر اسی جسم لطیف کے ساتھ حیات کو پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت مخلوق کی نسبت خالق کی طرف کرنا ہے۔ پس ''روح'' اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ نے روح کی نسبت اپنی طرف اعزاز و تکریم کے لیے فرمائی ہے۔ جیسے فرمایا: میری زمین، میرا آسمان، میرا گھر، اللہ کی اونٹنی، اللہ کا مہینہ، اسی طرح اللہ کی روح بھی''۔

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑا ہوا اور اس جھگڑے کے دوران شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں، جبکہ شوہر کا یہ کہنا ہے کہ اس سے میری بالکل طلاق کی نیت نہیں تھی، غصہ کی حالت میں میرے منہ سے نکل گیا، تو کیا اس سے طلاق واقع ہوگئی؟ اگر طلاق واقع ہوئی ہے تو کتنی طلاق واقع ہوئی؟ اور اگر شوہر رجوع کرنا چاہتا ہو تو کیا صورت ہوگی؟ جواب عنایت فرمائیے آپ کی عین نوازش ہوگی۔

جواب: طلاق غصے کی حالت میں بھی واقع ہوجاتی ہے اور بیوی کے حق میں طلاق کے صریح الفاظ استعمال کرنے کی صورت میں طلاق کا واقع ہونا نیت پر موقوف نہیں، لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوچکی ہیں نکاح ٹوٹ چکا ہے اب رجوع جائز نہیں، حلالہ شرعیہ (یعنی تین طلاق کے بعد عدت گزار کر عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، پھر وہ ہمبستری کے بعد از خود اس کو طلاق دے یا اس کا انتقال ہوجائے، پھر طلاق یا موت کی عدت گزارے، اس کے بعد آپس کی رضامندی سے مذکورہ شخص سے دوبارہ نکاح کرے) کے بغیر آپس میں دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

وإن كان الطلاق ثلاثا في الحرة وثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا ويدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها كذا في الهداية (الفتاوى الهندية، ١/٤٧٣)

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ کمرشل بینک کے ملازم یا ایسے افراد جن کی آمدنی کے بارے میں معلوم ہو کہ جائز نہیں ان کو اگر کوئی دوکاندار اپنی چیز فروخت کرے، یا سروس دینے والا اپنی سروس فراہم کرے مثلاً ڈاکٹر، وکیل، مکینک وغیرہ تو وہ اس ملازم سے لی ہوئی رقم کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں، بلکہ بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کردے۔ اگر ایسا ہی ہے تو کیوں؟ جبکہ دوکاندار جو چیز فروخت کرتا ہے اس سے حاصل ہونے والی رقم دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے قیمتِ خرید اور منافع۔ اصل رقم رکھ کر اسے صرف اپنا منافع صدقہ کرنا چاہیے۔ قیمت خرید بھی صدقہ کیا تو نقصان ہوگا اور گاہک کو انکار بھی نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ڈاکٹر، وکیل، مکنیک وغیرہ کے سروس دینے پر بھی کچھ کاسٹ تو آتی ہے مثلاً آفس کا کرایہ، بل بجلی وغیرہ۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: واضح رہے کہ جس شخص کی کمائی کا غالب حصہ حلال ہو اس کو کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ متعین حرام مال سے نہ خریدے، اور جس شخص کی کمائی کا غالب حصہ حرام ہو اور وہ قیمت ادا کرتے وقت یہ کہے کہ یہ حرام مال ہے تو اس سے اس رقم کا وصول کرنا جائز نہیں بلکہ اس سے حلال رقم کا مطالبہ کیا جائے لیکن اگر وہ حلال رقم نہ دے اور دکاندار کسی وجہ سے اس کے ہاتھ مال فروخت کرنے پر مجبور ہو تو ایسی صورت میں دکاندار کے لیے اس رقم کا استعمال جائز نہیں بلکہ بغیر ثواب کی نیت کے اس رقم کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

اور اگر غالب آمدنی تو حرام ہے لیکن قیمت ادا کرتے وقت وہ شخص یہ نہ کہے کہ یہ حرام مال ہے اور دکاندار کو کسی اور ذریعہ سے بھی پتہ نہ چلے کہ خالص حرام مال سے خریداری ہورہی ہے تو ایسی صورت میں اس شخص سے وصول کردہ رقم کو اپنے استعمال میں لانے کی گنجائش ہے۔

(الف) توضيح المسألة ما في التتارخانية حيث قال رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى فهذا على خمسة أوجه أما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولا ثم اشترى منه بها أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها أو

اشتری مطلقا ودفع تلك الدراهم أو اشتری بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم قال أبو نصر يطيب له ولا يجب عليه أن يتصدق إلا فی الوجه الأول وإليه ذهب الفقيه أبو الليث لكن هذا خلاف ظاهر الرواية فإنه نص فی الجامع الصغير إذا غصب ألفا فاشتری بها جارية وباعها بألفين تصدق بالربح وقال الكرخی فی الوجه الأول والثانی لا يطيب وفی الثلاث الأخيرة يطيب وقال أبو بكر لا يطيب فی الكل لكن الفتوى الآن علی قول الكرخی دفعا للحرج عن الناس وفی الولوالجية وقال بعضهم لا يطيب فی الوجوه كلها وهو المختار لكن الفتوى اليوم علی قول الكرخی دفعا للحرج لكثرة الحرام وعلی هذا مشی المصنف فی كتاب الغصب تبعا للدرر وغيرها. (حاشية ابن عابدين، كتاب البيوع، مطلب إذا اكتسب حراما)

(ب) الفتوى علی قول الكرخی لكثرة الحرام دفعا للحرج عن الناس فی هذا الزمان وهذا قول الصدر الشهيد. (مجمع الانہر، كتاب الغصب، فصل غير الغاصب ما غصبه بالتصرف فيه)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں ہے: ’’یہ جو امام کرخیؒ سے روایت ہے اس میں وسعت ہے اور اس زمانے میں بوجہ غلبہ حرام اور عدم امکان احتراز اسی روایت کے موافق عمل ہوجاتا غنیمت ہے اور چونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشتری پہلے قیمت سامنے کر کے اور بائع کو دکھلا کر معاملہ نہیں کرتا بلکہ معاملہ خرید و فروخت بلا ثمن دکھلائے مطلقاً کر لیتا ہے پھر بعد طے ہونے معاملے کے ثمن دیتا ہے تو یہ حسب روایت امام کرخیؒ حد جواز میں داخل ہوجاتا ہے‘‘۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۱۴، ص ۳۹۶، طبع دار الاشاعت)

اس میں شک نہیں کہ احتیاط اس میں ہے کہ شبہات سے بھی احتراز کیا جائے لیکن حسب روایت امام کرخیؒ جواز کی گنجائش نکلتی ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عقد مطلق اور حرام مال کی تعیین نہ ہونے کی صورت میں دوکاندار کے لیے حرام آمدنی والے شخص کو مال فروخت کرنے کی گنجائش ہے۔ خاص طور پر ایسے بڑے بڑے جنرل اسٹورز اور سپر مارکیٹ میں جہاں پر لوگ ہزاروں روپے کا مال خریدتے ہیں اور ثمن وصول کرنے والے کیشیرز مختلف کاؤنٹرس پر کھڑے ہوتے ہیں جو کہ گاہک کو جانتے تک نہیں کہ وہ کون ہے تو ان جگہوں میں تو جواز پر کوئی شبہ نہیں البتہ اگر ایک آدمی کی اپنی ذاتی دکان ہو اور وہاں پر کوئی ایسا شخص سامان خریدنے آئے جس کے بارے میں دکان دار کو معلوم ہے کہ سوائے حرام آمدنی کے اس کا کوئی دوسرا ذریعہ آمدن نہیں اس کو سامان فروخت کرنے سے حتی الامکان احتراز کرنا چاہیے۔ لیکن اگر منع کرنا ممکن نہ ہو تو اس چیز کو فروخت کر دیں اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کو بغیر ثواب کی نیت کے صدقہ کر دیں۔

سوال: ایک صاحب کی آنکھوں کا مسئلہ ہے، ڈاکٹروں نے کہا کہ کورنیا تبدیل کروالیں یا لینس ڈلوالیں، تو انہوں نے کہا کہ میں نے تحقیق کی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، مفتی صاحب یہ بتائیں کیا ان کی بات درست ہے؟

جواب: آنکھ کی بینائی کے لیے کورنیا کو تبدیل کر کے کسی زندہ یا مردہ انسان کے کورنیا کو استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری ناجائز اور حرام ہے، لیکن اگر خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کا کورنیا کار آمد ہو تو شرعاً اس کے استعمال کی اجازت ہوگی۔ البتہ لینس لگوانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

الانتفاع بأجزاء الآدمی لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح كذا فی جواهر الأخلاطی. (الفتاوی الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات)

ولا بأس بالتداوی بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو فرس أو غيره من الدواب إلا عظم الخنزير والآدمی فإنه يكره التداوی بهما. (الفتاوی الهندية. كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فی التداوی والمعالجات)

ختم شد